

حجۃ عالمگیری اسلام کا منظر

غلام احمد پرویز

اس زمین پر جب سے انسانی شعور نے آنکھ کھولی ہے وہ ایک اہم سوال کے حل میں غلطیاں و پیچاں نظر آ رہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ انسانوں نے باہم مل جل کر رہنا ہے اور جب وہ مل جل کر رہتے ہیں تو ان کے مفاد ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ اس تصادم اور ٹکراؤ سے فساد کی چنگاریاں اٹھتی ہیں جو ان کے خرمین امن و سلامتی کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہیں۔ وہ سوال جس نے انسان کو ہمیشہ مضطرب و بے قرار رکھا ہے یہ ہے کہ کون سی شکل پیدا کی جائے کہ اس دنیا میں انسان امن و سلامتی سے رہ سکے۔ انسانیت کی تاریخ اسی سوال کے حل کی مسلسل داستان ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ انسان نے اس باب میں کیا کیا سوچا اور تجربہ بنے اُسے کس طرح غلط ثابت کر دیا۔ قرآن کریم نے انسان کی اس کوشش اور کوشش کے نال کو ایک چھوٹی سی مثال میں اس طرح واضح کر دیا ہے کہ نگہ بصیرت جوں جوں اس پر غور کرتی ہے وجد و کیف سے جھوم اٹھتی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَفَقَتْ غُرُهُمْ وَأَنكَرُوا ۚ (۱۱۷)

دیکھنا! کہیں تمہاری مثال اس عورت کی سی نہ ہو جائے جس نے بڑی محنت سے سوت کا تار اور پھر دغود اپنے ہی ہاتھوں سے) کا تار کو تار کیا پس کر ڈالا۔ قرآن کریم کی اس چھوٹی سی مثال کو سامنے رکھئے اور پھر تاریخ کے اوراق پر غور کر کے دیکھئے کہ عبرت و موعظت کی کتنی داستانیں ہیں جو اس کے اندر لپٹی ہوئی ہیں اور انسانی نامرادیوں اور ناکامیوں کے کتنے حوادث ہیں جو اس میں پوشیدہ ہیں۔ ہر دور کے انسان کی جدوجہد کی تاریخ پر غور کیجئے۔ انسان اپنے لئے ایک عظیم اٹھان نظام تمدن تعمیر کرتا ہے۔ اس فلک بوس عمارت کی تکمیل کے لئے قسم قسم کے نوادرات جمع کرتا ہے۔ وہ عمارت اس کے حسین تصورات کا مرکز اور اس کی شاداب

آرژوؤں کا محور بنتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کی تکمیل میں انسانیت کی تکمیل کا راز مضمر ہے۔ وہ ایک عرصہ تک اپنے تصورات کی دنیا میں محور رہتا ہے۔ لیکن ابھی وہ عمارت تکمیل تک بھی پہنچے نہیں پاتی کہ دنیا اس عبرت انگیز تماشا کو اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہے اور وہی انسان اس عمارت کو خود اپنے ماتحتوں سے زمین پر گرکا دیتا ہے اور اس کی آرژوؤں اور تمناؤں کا وہ حسین مرقع خاک کے ڈھیر کے سوا کچھ نہیں رہتا جس میں پوشیدہ ٹھیکریاں اپنے مٹے ہوئے نقوش سے بغضیں آنے والوں کو اپنی حدیثِ الم سے آگاہ کرنے کے لئے باقی رہ جاتی ہیں۔ بابل اور یتنوا مصر اور یونان چین اور ایران کے کھنڈرات کو چشمِ عبرت سے دیکھے اور سوچئے کہ انسانوں نے اتنی محنت سے کاتے ہوئے سوت کو کس طرح بار بار خود اپنے ماتحتوں سے کپاس کر کے رکھ دیا ہے۔

ادوارِ سابقہ کی طرح عصرِ حاضر کے انسان نے بھی اس سوال کے حل میں دماغِ سوزی کی امداد اس کی فکر کاوش کا نتیجہ نیشنلزم (وطن کی بنیادوں پر قومیت کی تشکیل) کی صورت میں دنیا کے سامنے آیا، جس پر اقوامِ مغرب اور ان کی دیکھا دیکھی دیگر اقوامِ عالم کی موجودہ سیاست کی بنیاد ہے۔ یورپ نے اس نسخہِ کیمیا کو اس قدر کامیاب قرار دیا کہ ان کے آئینہٴ فکر میں جب الوطنی کو شرفِ انسانیت کی انتہا تصور کر لیا گیا۔ لیکن جنگِ اول نے بالعموم اور اس کے بعد جنگِ دوم کے اسباب و علل اور نتائج و عواقب نے بالخصوص اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا کہ جسے تریاق سمجھا جاتا ہے وہ انسانیت کے لئے نہ ہر قاتل ہے چنانچہ اب دانا یا انِ مغرب اپنے کاتے ہوئے سوت کو خود اپنے ماتحتوں سے کپاس کرنے کی فکر میں ہیں (مثلاً لندن یونیورسٹی کا پروفیسر ایلفرڈ کو بن اپنی کتاب (THE CRISES OF CIVILISATION) میں لکھتا ہے کہ :

قومیت پرستی کا احساس نفرت سے پیدا ہوتا ہے اور عداوت پر پرورش پاتا ہے۔ ایک قوم کو اپنی ہستی کا احساس ہی اس وقت ہوتا ہے جب وہ کسی دوسری قوم سے متصادم ہو۔ پھر ان قوموں کا جذبہٴ عداوت و پیکار اپنی قومی وحدت کی تکمیل پر ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ جو یہی کوئی قوم اپنے حقِ استقلال و خود مختاری کو مسلم کہیتی ہے تو ان اقوام کو دبا نا شروع کر دیتی ہے جو اپنے لئے خود مختاری کی مدعی ہوں۔ ان وجوہ کی بنا پر لامحالہ اس نتیجہ پر پہنچا جائے گا کہ کسی نظامِ حکومت کے لئے نیشنلزم کی بنیاد بڑی خطرناک ہے۔

اسی طرح آلدوس ہکسلے کہتا ہے :

نیشنلزم جسے ہم نے ایک بت پرستانہ مذہب کی حیثیت سے اختیار کر رکھا ہے۔ اس کی وجہ سے ساری دنیا قریب پچاس ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکی ہے جنہیں اقوام عالم کہا جاتا ہے۔ یہ ان میں سے ہر قوم کا مملکتی مذہب ہے یعنی خدا کی بجائے قوم کی پرستش جسے اعلیٰ اقدار کا منظر سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ان پچاس دیوتاؤں میں سے ہر دیوتا کا پجاری باقی انچاس پجاریوں کو پیچھے تھوڑ کر رہتا ہے نیشنلزم اخلاق کی تباہی کا باعث اس طرح بنتا ہے کہ اس کی رو سے عالمگیر انسانیت خدائے واحد اور احترام آدمیت کے تمام عقائد باطل قرار پا جاتے ہیں اور ان کی بجائے علیحدگی، انانیت، خود اکتفا، انسانیت کے عقائد پیدا ہو جاتے ہیں جن کا نتیجہ نفرت اور جنگ کا جو انہی ہی نہیں اس کا وجوب ہوتا ہے۔ یاد رکھئے کہ نیشنلزم ایک بت پرستانہ مذہب ہے۔

(SCIENCE, LIBERTY AND PEACE)

اب وہاں کے مسخرین اس کا حل کیا سوچ رہے ہیں اسے بھی غور سے سنئے۔ کمیونک چرچ کا اسقف (TEILARD-DE-CHARDIN) لکھتا ہے :-

اب اقوام کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اگر ہم نے ہلاکت سے بچنا ہے تو کرنے کا کام صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنے قدیم تعصبات کو ختم کر دیں اور مختلف ملکوں اور خطوں کی حدود سے آگے بڑھ کر خود کرہ ارض کی تعمیر نو کا انتظام کریں۔ انسان کو اس کی موجودہ پستی سے نکال کر بلندیوں کی طرف لے جانے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے دعوت انسانیت کا راستہ۔ اب شعورِ انسانی کے لئے ضروری ہے کہ وہ خاندان، وطن اور نسل کی تنگنائیوں سے آگے بڑھ کر

پوری فوجِ انسانی کو اپنے آغوش میں لے لے۔ (BUILDING OF THE EARTH)

یہ ہے وہ حل جس تک ذہنِ انسانی، اپنے لاقعداد ناما کام تجارت کے بعد بیسویں صدی میں پہنچ سکا ہے لیکن آج سے چودہ سو سال پیشتر جبکہ دنیا کی یہ حالت تھی کہ ایک گاؤں کے رہنے والے دوسرے گاؤں کے باشندوں سے بھی بمشکل واقف ہو سکتے تھے۔ قرآن کریم نے یہ اعلان کیا کہ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا (انہی) ابتدا میں تمام انسان ایک ہی امت کے افراد تھے۔ اس کے بعد انہوں نے باہمی اختلافات شروع کر دیئے اور خاندانوں، قبیلوں، گروہوں، وطنوں اور قوموں میں بٹ گئے فَبَحَثَ اللَّهُ الْبَنِيَّانَ مَشْرِيقًا

وَمُنْذِرٍ رَّسُولٍ) خدا نے اپنے انبیاء کو بھیجا تاکہ وہ انہیں آگاہ کریں کہ ان کے اخلاقات کا نتیجہ کس قدر تباہ کن ہوگا اور امت واحدہ بن کر بسپنے کا حال کس قدر خوشگوار۔ اس کے لئے اُس نے عملی شکل یہ بتائی کہ تمام نوبہ انسان ایک مضابطہ حیات کے تابع زندگی بسر کرے جو انسانوں کا وضع کردہ نہ ہو بلکہ خود خدا کا عطا فرمودہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان پر حکومت نہیں کر سکے گا۔ تمام انسان قوانین خداوندی کے تابع رہیں گے۔ یہ تقسیم اپنی آخری پیمائش اور غیر متبدل شکل میں قرآن کریم کی وساطت سے انسانوں تک پہنچی جس کا مقصود تمام نوبہ انسان کو ایک برادری تصور کر کے جمعیت اقوام کی بجائے جمعیت آدم متشکل کرنا ہے۔ اگرچہ اسلام کے مختلف احکام و فرائض اسی منزل کی طرف رہنمائی کرتے ہیں لیکن اس کی تکمیل ج کے اجتماع میں ہوتی ہے جسے دین کا آخری رکن کہا جاتا ہے۔

اجتماعی نقطہ نظر سے ج سے مفہوم یہ ہے کہ تمام دنیا کے انسان بلا تفریق رنگ و نسل اور بلا امتیاز وطن و زبان، جو قرآن کریم کی صداقت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی ختمیت پر ایمان رکھتے ہوں (یعنی امت محمدیہ کے افراد) اپنے اپنے ملکوں سے اپنے نمائندے چنیں۔ یہ نمائندے اپنے میں سے ایک منتخب کردہ امیر کی زیر قیادت ہرگز وحدت انسانیت یعنی کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوں۔ عرفات کے میدان میں ان تمام نمائندوں کا باہمی تعارف ہو (اسے میدان عرفات کہا ہی اسی جہت سے جاتا ہے) پھر یہ تمام امرائے ملت اپنے میں سے ایک امیر الامراء کا انتخاب کریں اور مختلف ممالک کے احوال و ظروف کو سامنے رکھ کر باہمی مشاورت سے ایک ایسا پروگرام مرتب کریں جسے اصولی طور پر آئندہ سال کے لئے بطور مشرکہ منشور کے اختیار کیا جائے اور جو امن و سلامتی، انسانیت کا فاضل اور فلاح و سعادت آدمیت کا کفیل ہو۔ ان کا منتخب کردہ امام اپنے خطبہ ج میں اس پروگرام کا اعلان کر دے جو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد یہ تمام نمائندے منی کے مقام پر جمع ہو کر اس اصولی پروگرام کی تفصیلات و جزئیات پر غور کریں اور یہ سوچیں کہ مختلف ممالک پر اس کا عملی اثر کیا پڑے گا۔ وہاں باہمی مذاکرات بھی ہوں اور دعوتیں اور ضیافتیں بھی۔ اس کے بعد یہ نمائندے اپنے اپنے ملکوں میں واپس آجائیں اور اُس طے شدہ

پروگرام کے مطابق اپنے لوگوں کو چلائیں۔ یہ ہے وہ عملی طریق جو قرآن کریم نے تمام نوع انسان کو امتدادِ واحد بنانے اور ان کے تمدنی مسائل کو حل کرنے کے لئے بتایا ہے۔ قرآن کریم نے حج کے اس مقصد اور غایت کو دو مقامات پر دو دو تین تین الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ آپ ان مختصر ٹکڑوں کی جامعیت پر غور کیجئے اور پھر سوچئے کہ کسی اجتماع کی غایت اس سے بلند تر اور کوئی انداز بیان اس سے زیادہ بلیغ بھی ہو سکتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ حج کے اجتماع سے مقصود یہ ہے کہ یہ اعلان عام کر دیا جائے (وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ) کہ وہ آئیں لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ (۲۲) اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان کی منفعت کے لئے کیا کچھ کیا جا رہا ہے۔ یہ ہے اس اجتماع کا مقصد اور اس کی غایت ہے قِيَامًا لِلنَّاسِ (۲۳) یعنی اس سے انسانیت اپنے پاؤں پر کھڑی ہونے کے قابل ہو جائے اور اپنا توازن برقرار رکھ سکے۔

غور کیجئے کیا دنیا میں کسی کا فخر، کسی کی بھلی، کسی پارلیمان، کسی اجتماع کا مقصد اس سے بلند بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اجتماع دنیا میں شرف انسانیت کے قیام کا باعث ہو — کسی خاص قوم، خاص جماعت، خاص ملک، خاص ملت کے قیام کا باعث نہیں بلکہ تمام نوع انسان کے قیام کا باعث۔

کہا جاسکتا ہے کہ آج اقوام متحدہ کی مجلس (یو۔ این۔ او) کے اجتماعات میں تمام دنیا کی قوموں کے نمائندے جمع ہوتے ہیں اور ان کے سامنے بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ دنیا میں امن و سلامتی رہے۔ پھر یہ اجتماعات اپنے مقصد پیش نظر میں کیوں کامیاب نہیں ہوتے اور سچ کے اجتماع میں وہ کونسی خصوصیت ہے جس کی بنا پر وہ ایسے بلند اور درخشندہ مقصد کے حصول کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ حج کے اجتماع میں فی الواقع ایک خصوصیت ہے اور وہ خصوصیت ہے ایک بندہ مومن کے اس عہد و پیمان کی، جو وہ اپنے خدا سے باندھا ہے اور جس کی تجدید حج کا نقطہ آغاز ہے۔ ایک عبدِ مسلم اپنے خدا سے اقرار کرتا ہے کہ اِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ لَا شَيْءَ يَبْدُلُكَ لَهٗ (۱۳۳) میری صلوٰۃ اور میرے مناسک، میرا جینا اور میرا مرنا، سب اللہ کے لئے ہے۔ یہی میری زندگی کی غرض و غایت ہے اور میں اس میں کسی اور غرض اور مقصد کو شریک نہیں کرتا۔ یہ ہے وہ خصوصیت جو دنیا میں کسی اور اجتماع کو

حاصل نہیں ہوتی، لہذا وہ اجتماعات بلند آہنگ دعوؤں کے باوجود عالمگیر انسانیت کی نواح و بیہود کے لئے نہ آج تک کچھ کر سکے ہیں نہ آئندہ کچھ کر سکیں گے۔

آپ اس چ پر نگاہ رکھئے اور پھر اس چ کو دیکھئے جو اب چند رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔ لیکن ان اجتماعات میں آج بھی وہی روح پیدا کی جاسکتی ہے۔ آج عالم اسلامی چاروں طرف سے مصائب و فوازل سے گھرا ہوا ہے غیر خدائی قوتیں اس کے خلاف متحدہ محاذ قائم کئے ہوئے ہیں کہ دنیا کے نقشے پر کہیں اس کا نشان نہ رہنے پائے۔ مسلم اقوام کے نمائندے مختلف مقامات پر کافر نہیں منعقد کر رہے ہیں کہ باہمی اتحاد سے ان مخالفت قوتوں کا مقابلہ کیا جائے۔ تمام اسلامی ممالک میں اخوت اور ارتباط کی تحریکیں چلائی جا رہی ہیں۔ باہمی میل ملاپ کے سلسلے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہونا ہے لیکن کسی کی نگاہ اس طرف نہیں اٹھتی کہ جو طریق ربط و اخوت ہمارے خدا نے ہمارے لئے تجویز اور متعین کیا تھا، جس سے ہمارے دلوں میں یک جہتی اور نگاہوں میں یک رنگی پیدا ہونی تھی اُسے پھر سے زندہ کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہم دیگر اقوام عالم کی تقلید میں کافر نہیں طلب اور اجتماعات منعقد کرتے رہیں گے ہماری کامیابیاں انہی کے ہیمانوں سے ناپنی جائیں گی لیکن جس وقت ہم نے اپنے خدا سے فراموش کردہ عہد پھر استوار کر لیا اور پھر اس مرکز کو زندہ کر لیا جس کی زندگی سے تمام فروع انسان کی زندگی وابستہ ہے۔ اقوام عالم کی امامت ہمارے ہاتھ آجائے گی۔ ہماری زندگی کے چشمے عرفات کے جبل رحمت سے پھوٹیں گے اور اسی سے ہماری کشت حیات سرسبز و شاداب ہوگی۔ آج مسلمانان عالم کوچ کا فریضہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تاجنخاک کا شفر

